

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشارات

تاریخ کی ہر کر دٹ جماعتوں، تحریکوں، قوموں اور تمدنوں کے سامنے ایک نہ ایک نیا مطالبہ و تقاضا لاکھتی ہے اور پھر اس کا جواب مانگتی ہے۔ بلکہ کہنا چاہیے کہ زندگی ہر آن ایک دعوت مبارزت دیتی ہے اور پکارتی ہے کہ کسی میں جینے کا کس بل ہو تو اپنی قومیں پیکار گاہِ خیر و شر میں لائے اور بقا کا حق ثابت کرے۔ نئے نئے چیلنج سامنے آتے رہتے ہیں اور ہر مدعی عشق سے کہتے ہیں کہ پیش کر غافل! اگر کوئی عمل دتر میں ہے! وہی قومیں باقی رہتی ہیں اور حالات کی زمام ہاتھ میں لے سکتی ہیں جو تاریخ کی ایک ایک دعوت مبارزت پر لبیک کہنے کے لیے مستعد رہیں۔ ہر چیلنج جو سامنے آ رہا ہو اسے ماہرانہ بصیرت سے ٹھیک ٹھیک پڑھ سکیں، اس کا جواب فکر و عمل کی پوری قوتوں سے دیں، جواب دیں تو ٹھیک ٹھیک جواب دیں اور ٹھیک جواب عین دقت پر دیں۔ نہیں تو کسی ایک مرحلے پر بازی ہر جانے سے پہلے کے جیتنے ہوئے میدان بھی ہاتھ سے جاتے رہتے ہیں۔

ملت اسلامیہ ہندو پاک کے سامنے ایک چیلنج یہ آیا تھا کہ وہ غلامی سے نکلنے کے لیے جو کچھ کر سکتی ہو کر دکھائے اس کا جواب انقلاب ۱۸۵۷ء، تحریک مجاہدین، تحریک خلافت اور اس کی متواتر تحریکوں اور تنظیموں کی صورت میں دیا گیا۔ پھر دوسرا چیلنج ہندو امپریلزم اور متحدہ وطنی قومیت کی صورت میں سامنے آیا۔ اس چیلنج نے تحریک پاکستان برپا کی اور پاکستان وجود میں آ گیا۔ پاکستان کے تشکیل پذیر ہوتے ہی یہ مسئلہ چیلنج بن کر نمودار ہوا کہ اس نوخیز ریاست کی اساس کس نظریے پر ہوگی۔ اس کے جواب میں مطالبہ دستور اسلامی پیدا ہوا اور قوم نے اسے منور کے دم لیا۔ مگر اس اہم مرحلے کے طے ہو جانے سے فرائض اور ذمہ داریوں کا وعدہ ختم نہیں ہو گیا۔ تاریخ کے پاس ہر نئے مرحلے کے لیے ایک نیا چیلنج موجود رہتا ہے۔ آج پھر ایک نئی دعوت مبارزت سامنے ہے۔ اسے پڑھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس کا جواب ہمیں دینا ہے،

بروقت جواب دیتا ہے: صحیح اور بھرپور جواب دینا ہے۔ آئیے غور سے مطالعہ کریں کہ کیا چیلنج سامنے ہے؟

دستور کا بن جانا۔ اور بڑی حد تک اسلامی رنگ کے ساتھ بن جانا۔ ایک خالی نیک ہے۔ مگر اس کے معنی یہ ہرگز نہیں کہ بس منزل مار لی۔ دستور میں اسلامی رنگ کے آجانے کے باوجود مخالف اسلام عناصر نے اپنا ذہن بدل نہیں لیا اور نہ انہوں نے میدان چھوڑ دیا ہے۔ وہ پہلے کی طرح معاشرے کی سیاسی و معاشی تقدیر کا سرپرستہ تھا ہے ہوئے ہیں، پارٹیوں اور پریس میں اثر و رسوخ رکھتے ہیں، اور بین الاقوامی طاقتوں کی حمایت و اشیر بادان کی پشت پر ہے۔ وہ دستور کے اسلامی عنصر کے خلاف ہٹیر مائی جذبے کے ساتھ اندر ہی اندر دانت پیس رہے ہیں اور اسے غارت کرنے کے لیے بہتر موقعوں کی تاک میں ہیں۔

یوں تو مخالف طاقت کے غزائم بالکل واضح ہیں، لیکن اس موقع پر ایک چھوٹی سی اہم کتاب (اہم اپنے معیار کے لحاظ سے ہرگز نہیں، بلکہ اس کی اہمیت صرف یہ ہے کہ امریکی ذہن کے ساتھ پاکستان کی داخلی کشمکش افکار سے دلچسپی لی گئی ہے۔ معیار کے لحاظ سے یہ تیسرے درجے کی کتاب ہے) کے مختصر سے حوالے پیش کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ پروفیسر کنیٹ بل اسمتھ برعظیم ہندو پاک کے مسلمانوں کے ساتھ دیرینہ دلچسپی رکھتے ہیں۔ حال ہی میں موصوف نے "پاکستان ایک اسلامی ریاست کی حیثیت سے" (PAKISTAN AN ISLAMIC STATE) کے عنوان سے اپنے تاثرات قلمبند کیے ہیں۔ مؤلف کی

تحقیق یہ ہے کہ:

”اس بحث کے نتیجے میں ہماری توجہ ایسے افراد کے ایک قابلِ محاظا گروہ کی طرف مبذول ہو جاتی ہے جو ہیں بھی مسلمان اور اسلامی ریاست کے نظریے سے اختلاف بھی رکھتے ہیں۔ اب جبکہ تقسیم عمل میں آچکی ہے اور مسلمان عملاً اقتدار پا چکے ہیں، یہ لوگ سیکولر جمہوریت کے علمبردار ہیں۔ یہ گروہ چھوٹا سا ہے اور کھل کر سامنے نہیں آ رہا، تاہم دماغی اینج اینج میں ماہر ہے، قابل ہے اور اپنے اندر بعض قوت دار ہتتیاں رکھتا ہے (اس کے اندر چھوٹے لوگوں کی ایک تعداد بھی شریک ہے جو طاقت باطل نہیں رکھتے لیکن ذہن اور تعلیم یافتہ ضرور ہیں)۔ ان کے لیے ترکیب، سوہ ہے۔“ (کتاب مذکور صفحہ ۹۴-۹۳)

اس سلسلے میں مولف نے بعض اکابر کے اقوال تصریحِ اسماء کے بغیر درج کیے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے :-
 "پانچ برس کے اندر اندر پاکستان ترکیہ کی طرح پردے وغیرہ سے آزاد ہو کر ایک سیکولر جمہوری
 اور مغربی رنگ میں رنگی ہوئی ریاست ہو گا۔ اندھی مذہبیت کا وہ جذبہ جس پر پاکستان کی تاسیس
 ہوئی ہے، کافر ہو جائے گا۔ یہ تھی ہی محض اندھی مذہبیت، اور یہی ہماری زندگی کا خطرناک بوگ
 ہے۔ یہ تحریک (تحریک پاکستان) فی الحقیقت ایک مذہبی تحریک نہ تھی۔ میراجی چاہتا ہے کہ یہاں
 کوئی کمال اتا ترک اٹھے اور ایک ماڈرن سیکولر اسٹیٹ کی بنا ڈال دے۔ یہی ارمان کچھ اور لوگوں
 کے بھی ہیں۔ لیکن ایسا ہونا مشکل ہی سے متوقع ہے۔ تھیو کریسی مغرب کے لیے تباہ کن ثابت ہوئی اور
 وہ یہاں بھی تباہ کن ثابت ہوگی! میری ذاتی رائے یہ ہے کہ یہ بات قطعی ناگزیر ہے کہ مذہب ریاست
 کو الگ الگ کر دیا جائے۔ جیسا کہ ترکیہ میں ہے۔ میں جدید تقاضوں کو پورا کرنے والے
 ایسے حکومتی ڈھانچے کی تشکیل ناممکن سمجھتا ہوں جو ساتھ ہی ساتھ ان اصولوں سے مطابقت رکھتا ہو
 جن کو اسلامی کہا جاتا ہے۔ لوگ مجھے یہ باتیں کھلم کھلا کہنے کا موقع نہیں دیں گے۔ وہ خلافت راشدہ کو
 نمونہ بنانے پر اصرار کریں گے اور ساتھ ہی بزور دعویٰ کریں گے کہ سیاسی جمہوریت اس دور میں قائم
 ہو چکی تھی وزارتی حلقوں میں بعض اصحاب یہ جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں زبان
 نہ کھولو، ورنہ اس کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا کہ تم مخالفت پیدا کر لو گے۔ بس ایک جمہوری ریاست
 کی تعمیر میں آگے بڑھتے جاؤ، خواہ کسی قدر دھیمی چال سے!" (ایضاً ص ۹۶-۹۳)

"یہاں واضح طور پر پورے زور کے ساتھ یہ خطرہ موجود ہے کہ تالا اپنی پیکار کو جذباتی رنگ دے کر
 بازی لے جائے۔ یہ اندیشہ ہمارے ساتھ لگا ہوا ہے۔ لیکن ہم پوری طرح یہ امید لگائے
 بیٹھے ہیں کہ تعظیم اور اس کے ساتھ ساتھ جو کچھ مزید کام یہاں ہو رہا ہے، اس کے زیر اثر پاکستان کے

لے نگاہ میں لکھیے کہ نظامِ تعلیم کو مغرب زدہ گردہ اپنے طبعاتی نظریات کے فروغ کے لیے اور ملت کے متفقہ تصورات
 کے خلاف استعمال کر رہا ہے۔ علاوہ بریں جو کچھ مزید کام یہاں ہو رہا ہے، کی وسیع معنویت کا اندازہ بھی ضرور فرمایا جیے
 کہ اس فقرے میں کن کن سرگرمیوں کی طرف اشارہ ہے۔

عوام ایک رحمت پسند تعبیر کے مقابلہ میں مگر ترقی پسندانہ تعبیر ہی کو اختیار کریں گے ہم چاق و چوبند ہیں اور اپنی مخصوص تعبیر کو سامنے لانے کے لیے تمام ممکن اقدامات کریں گے اور ہم توقع کرتے ہیں کہ یہ تعبیر چھپا جائے گی۔
(ایضاً صفحہ ۹۵-۹۶)

”پارے لیے یہ ایک کابوس ہے۔ ملا کے برابر اقتدار آنے کا خطرہ بڑا سنجیدہ معاملہ ہے۔
تباہ کن حادثہ ہو گا۔ یہ خوفناک ہے؟“
(ایضاً صفحہ ۹۷)

”ہم نے پاکستان میں ملا کو صاف طور پر منتر دکر دیا ہے۔ پنجاب میں ایک تحریک (اشارہ ہے
اضطراریات پنجاب سلسلہ کی طرف) ان میں، اٹلی تھی جو ناکام ہو گئی۔ یہ ناکامی اپنے اندر محرک آرا
اسمیت رکھتی ہے۔ یہ لوگ ایک جمود زدہ طبقہ ہیں اور بالکل جاہل! سیدھی سی بات ہے کہ وہ مقابلہ
نہیں کر سکتے، ان کا کوئی مستقبل نہیں ہے۔“
(ایضاً صفحہ ۹۸)

ان الفاظ کے پردے میں گہری نظر سے دیکھیے تو ایک بزولانہ و منافقانہ ذہنیت پیچ و تاب کھاتی
نظر آتی ہے جسے ہم پوری قوم کے خلاف ایک دھڑلے سازش میں منہمک پاتے ہیں۔ اس طرح کی مضطرب
خوف زدہ، مغلوب، الغضب اور نفاق پسند طاقت جب گھات میں بیٹھی ہو تو اسلام پسند طاقت کو
کب ایک لمحہ بھی دم لینے کا ہاتھ آسکتا ہے۔

اب ذرا عملی حالات کا جائزہ لیجیے۔

پہلی اہم ترین حقیقت یہ ہے کہ ایوان سیاست آہستہ آہستہ ایک ٹھینڈر کی شکل اختیار کر گیا ہے
جس کے ایجنڈے پر آنے والے ”چاند“ اور ستارے جو کچھ چلت پھرت بھی دکھائیں، اصل کھیل چند ہدایت
کاروں کے ہاتھ میں ہے جو پس پردہ بیٹھے تار ہلاتے رہتے ہیں۔ یہ ہدایت کار اندر ہی اندر ایک دوسرے
کی کاٹ کرنے میں مصروف رہتے ہیں اور جوڑ توڑ کا ایک چکر چل رہا ہے۔ عوام محض تماشا ٹائی ہیں۔ ان
کے لیے ہر جانے والے کا جانا بھی ایک تماشا ہے اور آتے والے کا آنا بھی ایک تماشا ہے۔ وہ کسی
سے واضح رہے کہ یہ برابر اقتدار گروہ کے کسی خاص فرقہ کے خیالات میں جو برہمایت، موقف و دستور کے ایک متاثر کن تھے۔

منظر پر آہ کر لیتے ہیں اور کسی پر واہ کر لیتے ہیں، مگر جمہوریت کے نت نئے ڈراموں میں خود ان کی انگلیوں کا کچھ دخل نہیں۔ پھر اس ٹھیسٹر میں یکے بعد دیگرے ایسے خزیبے لائے جا رہے ہیں جو ان کو مایوس اور بد دل کر دینے والے ہیں۔ خواص کی سیاست جو عوام کو اپنے میدان سے باہر دھکیل کر تماشائیوں کی گیلری میں پہنچا دے، ایک اسلامی دستور کے رنگ و بار لانے کے لیے کبھی سازگار فضا بہم نہیں پہنچا سکتی۔ دوسری حقیقت یہ ہے کہ یہ ڈرامائی سیاست ملک کی مجموعی قیادت کو تیزی سے اخطاط کی طرف لے جا رہی ہے۔ پارٹیوں کی تاریخ دیکھیں یا یکے بعد دیگرے جلوہ گر ہونے والے لیڈروں کا جائزہ لیں اور وزارتوں کا تسلسلہ سامنے رکھیں، صاف نظر آرہا ہے کہ حالات کا ارتقاء پستی کی طرف ہو رہا ہے۔ یہ ایک ٹٹنے والی طاقت کی علامت ہے۔ دورِ غلامی کی پروردہ قیادت اپنی تاریخ کے آخری ابواب تکمیل کر رہی ہے۔ وہ جیسے گھبراہٹ کے عالم میں ایک کے بعد دوسرا مہرہ لارہی ہے اور بد قسمتی سے ہر مہرہ پٹتا چلا جا رہا ہے۔ بزم قیادت کا داخلی ماحول اب اتنا پراگندہ ہو چکا ہے کہ اس میں خود اسی بزم کا ایک آزمودہ رکن — اور ذہن و کردار کے لحاظ سے نسبتاً بہتر اور مضبوط رکن — چوہدری محمد علی بھی چند ماہ سے زیادہ ٹیک نہیں سکا۔ ناسازگار حالات نے اس ڈیرینہ مرد کار کو مجبور کر دیا کہ وہ اس بزم کو سلام دواع کہہ دے۔ آج وہ ایوان سے باہر کھڑا ہے۔

تیسری حقیقت یہ ہے کہ غیر عوامی سیاست اور زوال پذیر قیادت نے یہ تشویشناک صورت حالات پیدا کر دی ہے کہ اس ملک کے اندر پائے جانے والے سیکولر جمہوریت اور وطنی قومیت کے علمبردار جن کو پاکستان کے اساسی نظریے سے پرانا اختلاف رہا ہے ابھر کر بالکل اوپر آگئے ہیں۔ ان عناصر نے انڈیا کے زیر اثر کام کرنے والے ہندوؤں، کانگریسی حضرات، کمیونسٹ افراد اور ذاتی اقتدار کے بواہر سوسوں سے گٹھ جوڑ کر کے سیکولر بنیادوں پر نئی پارٹیاں کھڑی کر دی ہیں — جی ہاں! نئی پارٹیاں جن کا ابھی تک کوئی اصولی و دستوری سرپر نہیں اور جو افراد کے تنوع کے لحاظ سے معجون مرکب بن رہی ہیں! انہی کی مخلوط حکومتیں صوبوں اور مرکز میں قائم ہیں۔ ان پارٹیوں کے اختلاط نے ایسے لوگوں کو قیادت کی صفت اول میں لا ڈالا ہے جو دستور کے اسلامی پہلو کی علی الاعلان مخالفت کرتے رہے ہیں اور جنہوں

نے اس پہلو سے دستور میں ترمیم کرنے کے غرائم باندھے ہیں۔ یاد دہر خرب اختلاف کے دائرے میں انہی کے رد عمل سے چھپس ماندہ جماعتوں نے سیکولر طرز فکر کی بنیاد پر اتحاد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

چوتھی حقیقت یہ ہے کہ سیکولر عناصر نے اوپر آتے ہی اُس راستے پر اقدام شروع کر دیا ہے جو سیکولرزم کی طرف جاتا ہے۔ ان کا پہلا قدم یہ ہے کہ پاکستان کے دو قومی نظریے کو لپیٹ لپاٹ کر بالائے طاق رکھ دیا جائے اور جداگانہ انتخاب کے بجائے مخلوط انتخاب کا طریقہ رائج کر دیا جائے۔ اس چھوٹی سی کنجی سے ایک دروازہ بند کرتا اور دوسرا دروازہ کھولنا مطلوب ہے۔ یعنی جب مسلم اور غیر مسلم ایک وطنی قوم قرار پا جائیں اور ایک کے نمائندوں کا انتخاب۔ مغربی پاکستان کے چند اور مشرقی پاکستان کے بہت سے حلقوں میں۔ دوسروں کے تعاون کا محتاج ہو جائے تو قدرتی طور پر پارٹیاں سیکولر بنیادوں پر بنیں گی تاکہ ان کے نام اور دستور اور پروگرام میں دو طرفہ جاذبیت موجود ہو اور وہ دین کو اپنے اپنے گھروں میں محدود کر کے اتنا توسع پیدا کر لیں کہ مشترک مقاصد پر غیر مسلموں کے ساتھ جمع ہو سکیں۔ ایسی پارٹیاں اسلامی دستور کے تحفظ اور اسلامی نظام کی تعمیر و تشکیل کے لیے تو کیا کر سکیں گی۔ ان کے لیے اسلام کا نام تک لینا ممکن نہ رہے گا۔ اس کی ایک عبرت ناک مثال موجود ہے کہ سہروردی صاحب نے اپنی پارٹی کے نام سے لفظ مسلم کو خارج کر دیا۔ دوسری طرف جو پارٹیاں اسلامی دستور اور اسلامی نظام کے بارے میں کوئی ذمہ داریاں قبول کریں گی ان کے لیے ہندو عنصر کے دروازے تو بالکل متغفل ہونگے اور ان کے ساتھ ساتھ سیکولر سٹ مسالوں سے الگ مقابلہ پیش ہوگا۔ اس طرح ایک چھوٹے سے دستوری فیصلے کے ذریعے یہ لوگ پارٹی پالیٹیکس کی پوری فضا کو اسلام سے خالی کر لینا چاہتے ہیں۔ یہ ایک چال ہے جس کے ذریعے اسلامی نظام کی تحریک کے لیے راستہ بند کرنا مطلوب ہے اور دستور کے اسلامی تقاضوں کے بالکل خلاف سیکولر سیاست کا دروازہ کھولنا پیش نظر ہے۔ قطع نظر ان نقصانات کے جو ہماری پالیسی، ہمارے مسئلہ کشمیر اور مشرقی پاکستان کی صورت حالات پر مرتب ہونگے، یہ ایک نقب زنی ہے اسلامی دستور کے حصار میں جس کا مقصد سیکولرزم کے لشکروں کو چپکے سے اندر داخل کر دینا ہے۔

پانچویں حقیقت یہ ہے کہ کلچر اور معاشرت کے دائرے میں نہایت خاموشی سے، مگر منظم طریق سے

یہ مہم جاری ہے کہ آرٹ اور تفریحات اور کھیل تماشوں کی شراب پلا کر قوم کو اپنی حقیقت سے غافل کر دیا جائے، پھر اس کے ہاتھوں سے معاشرت کی ان تمام جڑوں کو کھود دیا جائے جو اسلامی دستور کے لئے ہوئے موسم بہار میں پھوٹ سکتی ہیں اور ان تمام قدروں کے چراغ گل کر دیئے جائیں جن کی روشنی میں یہ قوم ہزار ٹھوکریں کھانے کے بعد بہر حال اپنے غضب العین کا سراخ پاسکتی ہے۔ صرف کثیر ہور ہا ہے اس پر کہ گھروں کی چار دیواری میں عورت جو ماضی کا سرمایہ روایات سینے سے لگائے، اپنی ایک انگ محفوظ دنیا بسنے آئندہ نسلوں کی صورت گری کر رہی ہے اسے اس قلعہ سے باہر نکال کر خانہ دانی ماحول کو بالکل اجاڑ دیا جائے بہت سارے ملکی اور غیر ملکی ماہرین کے دماغ ایسی اسکیمیں عمل میں لا رہے ہیں جن کے ذریعے مغربی تمدن کی ہر دبا کو دیہات تک پہنچا دیا جائے جہاں کہ اصل پاکستان بتا ہے اور جہاں قومی زندگی کے کارکن بڑی تعداد میں پتے ہیں۔ اس مہم میں غیر ملکی طاقتوں کی ذہنی اور مالی مدد بھی استعمال ہو رہی ہے اور ان کے پیچھے ہوئے مردان کار و زمان کارے گرد وہ قوم کے اندر گھس گھس کر مشیروں کی حیثیت میں دن رات کام کر رہے ہیں۔ یہ افسوسناک حالت ایسی ہے جیسے کسی گھر کے بزرگ چند بیٹوں اور چند قائدوں کے عزم حرم سر کے دروازے غیروں پر چھوٹ کھول دیں کہ آؤ اور ہماری بہو بیٹیوں کو بدھاؤ۔ اس مقصد کے لیے نظام تعلیم کی پوری شنہ، استعمالات کی جاہی ہے جیسے کہ اوپر ایک اقتباس میں اس کا اشارہ موجود ہے) اور اس کے ساتھ ساتھ "ڈیلیج ایڈ" کا نظام، براڈ کاسٹنگ کا محکمہ "اپنا" نامی انجن، کاروباری ادارات، تعینات سب مل کر ایک طوفان اٹھانے میں مصروف ہیں۔

چھٹی حقیقت یہ ہے کہ سرکاری سرپرستی میں بعض تعیناتی وراثتی ادارے نہایت تیزی سے دین کی ماڈرن اور ترقی پسندانہ تعبیر میدان میں لا رہے ہیں۔ (اوپر کا اقتباس سامنے رہے کہ "اور اپنی مخصوص تعبیر کو سامنے لانے کے لیے تمام ممکن اقدامات کریں گے" ان جن)۔ ان اداروں کا مدعا یہ ہے کہ ایک تو یہ تصور عام کر دیا جائے کہ شریعت پوری کی پوری قابل تغیر و تبدیل ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ نے اپنی

لے آج ہی لاہور میں بی بیکن پارٹی کی کنونشن میں مشورہ کا جو مسودہ پیش کیا گیا ہے اس میں مندرجہ لطیفہ اور تفریحات

اور کھیل تماشوں کو فروغ دینے کی ایک مستقل دفعہ موجود ہے۔

تحقیقی کتاب میں یہ دعویٰ فرمایا ہے کہ سائنس احکامِ دین کو انسانی کا نام دیا گیا ہے۔ ن میں کے سوا اور ہر چیز، خواہ وہ قرآن ہی میں کیوں نہ مذکور ہو، قابلِ تغیر و تبدیل ہے اور حالات کے تابع مجلسِ شہدائی جو بھی حکم چاہے کسی معاملے میں لگا سکتی ہے۔ دوسرے یہ مطلوب ہے کہ مغربی تمدن کے مفاسد میں سے ہر ایک کے لیے شرعی اباحت کا دروازہ کھولا جائے۔ اس سلسلے میں ایک بزرگ نے موسیقی کا جواز ثابت کیا ہے (سازوں کے ساتھ بھی، رقص کے ساتھ بھی، عورتوں کے ساتھ بھی) دوسرے بزرگ نے دعویٰ کیا ہے کہ اسلام میں شراب نوشی پر منرا نہیں، بدستی پر منرا ہے۔ مجموعی طور پر شریعتِ اسلامیہ کا کوئی شعبہ اور اس کا کوئی جز ایسا نہیں جو رواداری، وسعتِ نظر، اجتہاد اور ترقی کے نقشوں کی زد سے بچا رہ گیا ہو۔ تیسرے مقصود یہ ہے کہ اسلام پسند طاقت کو ملائیت اور فنگ نظری اور صحیحی شریعت سازی کے طعنوں سے خوب بدنام کیا جائے، تاکہ وہ عوامی دائرے میں کوئی تحریک نہ چلا سکے۔

ساتویں حقیقت یہ ہے کہ عالمی کمیشن کے کارنامے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارا کارفرما ذہن قاذون اور خصوصاً معاشرتی نظام کے دائرے میں گاڑی کدھرنے جانا چاہتا ہے۔ یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی نگاہ میں کیسے مفکرین و محققین مستقبل بنانے کے کام میں حصہ لینے کے قابل ہیں۔ عالمی کمیشن کے تجربے نے بہت سی حقیقتوں سے پردہ اٹھا دیا ہے۔ یہاں اگر منظم راستے عام برہم عمل نہ رہے تو اسلام کا عجیب و غریب یورپین ایڈیشن مہیا کر دیا جائے گا۔

آٹھویں حقیقت یہ ہے کہ موجودہ پارلیمنٹری ترتیب میں کوئی ایسا رد و بدل کرنا جو اسلام کے حق میں مفید ہو، آئندہ انتخابات ہی میں ممکن ہے لیکن انتخابات کو بڑی خوبصورتی سے مؤخر کیا جا رہا ہے۔ نویں حقیقت یہ ہے کہ ہماری داخلی سیاست پر بیرونی اقوام کی پرچھائیں پڑ رہی ہے اور اختیار کے ذہن ہمارے ہر ملکی مدد و جز میں دلچسپیاں لیتے ہیں۔ یہ خارجی طاقتیں اسلامی رحمان کی مخالف اور سیکولر ازم کی حامی ہیں۔ ہمارے سیاسی ڈراموں کے پیچھے یہ اپنے تاریخی رہتی ہیں۔ ادھر حال میں انڈیا اور روس نے عرب ممالک کو ہاتھ میں لے کر پاکستان کی خارجہ پالیسی کو جزوک پہنچائی ہے (باقی صفحہ ۱۰ پر)۔

۱۰ احکامِ عشر میں بھی تخفیف ہو گئی۔